غزل

از جناب سعادت نظیر

کبھی جو، ہم نفسو! آبروئے گلشن تھا
یہی، یہی مرا اُجڑا ہوا نشیمن تھا

بفیضِ عشق وہی شہرِ زندگی ہے اب
مرادِ دل، جو کبھی حسرتوں کا مدفن تھا

کسی کے جلوۂ رنگیں نے آبرو رکھ لی
کہاں وگرنہ ہماری نظر کا مسکن تھا؟

نہ احتیاطِ شرارت، نہ شوخیوں سے حذر
عجیب رنگ میں، اے دوست! اپنا بچپن تھا

یہ ہاتھ جن سے ہے اب چاک پردۂ افلاک
وہی تو ہاتھ ہیں، جن میں تمہارا دامن تھا

نہ جانے کیوں شبِ ہجراں بجھا بجھا سا ہے؟
یہی چراغ کبھی آندھیوں میں روشن تھا

یہی نہیں کہ لُٹا کاروانِ شوق، نظیر!
غضب تو یہ ہے کہ خود راہ بر ہی رہزن تھا